اسلامی اتحاد کی اساس

آیۃ اللہ شہید باقر الحکیم علیہ الرحمہ
ترجمہ: مولانا سید شجاعت حسین گوپالپوری

دور حاضر میں مختلف اسلامی فرقوں کا ایک دوسرے سے قریب لایا جانا بڑی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس قربت کا تعلق اس اہم مسئلہ سے ہے جسے اسلامی وحدت کہتے ہیں، اسلامی فرقوں کا ایک دوسرے سے قریب ہونا اسلامی وحدت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہم یہاں اختصار کے ساتھ اسلامی فرقوں کی باہمی قربت کے سلسلے میں چند نکات بیان کرتے ہیں۔

پہلا نکتہ

ہمارا اساسی مقصد اسلام کے مختلف فرقوں کو ایک دوسرے سے قریب لانا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے کہ اسلامی اتحاد مسلمانوں کی شدید ترین خواہش اور عظیم ترین آرزو ہے جس کی طرف مسلمان اپنے شوق و رغبت سے مائل ہوتے ہیں اسی کی طرف قرآن اور ائمہ اطہار نے بھی دعوت دی ہے اور اس کے لئے معتدل راہ کی نشاندہی کی ہے خصوصاً آج جب کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دشمن اختلافی مسائل کو سامنے لاکر مسلمانوں کی صفوں میں انتشار اور ان میں تفرقہ پیدا کرنے کی سعی پیہم میں مصروف ہے۔

اس اسلامی فکر کو محض خوبصورت نعروں سے نکال کر اتحاد کے شعار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے کچھ اصول و پروگرام پر مبنی عملی اقدام کی ضرورت ہے جس کے لئے چند بنیادی باتوں کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے تاکہ اس کی روشنی میں اسلامی اتحاد وجود میں آسکے۔

(ا) اسلامی اتحاد کی بنیاد پر مذہبی اختلافات کو حل کرنا، البتہ اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ سارے فرقے ایک ہو جائیں کیوں کہ نہ تو ایسا ہوسکتا ہے اور نہ ہی یہ بات منطقی ہے، بلکہ اسلامی فرقوں کی آراء کا احترام کرنا اور ان کے عبادی اور اجتماعی امور کا پاس و لحاظ رکھنا ہی اتحاد ہے۔

(ب) انسان کے اساسی حقوق کو تسلیم کرنا مثلاً تمام اسلامی ممالک میں مسلمانوں کے ہر فرقہ کے سیاسی اور اجتماعی حقوق کا اس طرح لحاظ رکھنا کہ کسی کو یہ حق حاصل نہ ہو کہ وہ کسی بھی فرقہ کو ان عمومی حقوق سے محروم کردے جو ملک کے سارے افراد میں مشترک ہوں یا یہ کہ مذہبی نسبت کی بناء پر بعض افراد کو یا جماعت کو ایک دوسرے پر ترجیح دے۔

(ج) کسی ملکی، جماعتی اور مخصوص سیاسی نظریہ سے ہٹ کر حیات انسانی میں دین و شریعت کے محور پر اتحاد فکر و نظر، اور یہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب تمام انجمنیں اسلامی نہج پر متفق ہوجائیں۔

(د) حکم اسلامی کے سلسلہ میں اتحاد نظر، اس طور پر کہ کسی کو اسلام کے بنیادی اصولوں سے اختلاف کا حق نہ ہوگا البتہ اس حکم اسلامی کی تشخیص میں اگر اجتہادی اختلاف

ہوتو کوئی حرج نہیں ہے۔

(ر) دشمنوں کے مقابلہ میں اتحاد نظر۔خواہ دشمنی کی بنیاد عقیدہ ہو جیسے ملحدین (اور آزاد خیال افراد) یا سیاسی بنیادوں پر ہو جیسے عالمی کفر واستکبار (صیہونیت وسامراجیت وغیرہ) جو دن رات مسلمانوں کو دھوکہ دینے، ان کی زمینوں اور دولت کو لوٹنے، انہیں قتل کرنے، ڈرانے دھمکانے میں مشغول ہیں۔

(ھ) عالم اسلام کے ان تمام مسائل کو ہم آہنگی اور اشتراک عمل سے حل کرنا جو سارے مسلمانوں کے لئے باعث رنج ہیں جیسے فلسطین، بیت المقدس، کشمیر اور بوسنی ہرزگوین کا مسئلہ نیز اس کے علاوہ مسلمانوں پر بھی دوسرے فرقہ کا ظلم وستم وغیرہ۔

کسی طرح کے فرقہ وارانہ تعصب سے ہٹ کر ان باتوں پر عمل کرنا اسلام و مسلمین کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

دوسرا نکتہ

اختلاف سے بچنے کے لئے اس کے اسباب کے ریشوں کو قطع کرنا ضروری ہے اور اختلاف کے اسباب کی تشخیص وتعیین، اس کی بیخ کنی پہلا اور اساسی قدم ہے (یاد رہے) اس کی تشخیص کسی بیماری کی تشخیص سے کم اہمیت کی حامل نہیں ہے۔

ممکنہ اختلاف کے اہم اسباب یہ ہیں:۔

(۱) ہویٰ وہوس، تعصب اور مسائل کے حل کرنے میں اخلاقی اصولوں کی پامالی۔

(۲) دشمنان اسلام کی سعی وکوشش، جو مسلمانوں کے کمزور پہلوؤں کا سہارا لے کر مسلمانوں کو تباہ و برباد اور ان کی صفوں میں انتشار پیدا کرنے کے لئے فتنہ پردازی، نیز مردہ ضمیر افراد کی خریداری کے ذریعہ کام نکالتے ہیں۔

(۳) مسلمانوں (کی آپس میں ایک دوسرے) کے اعتقادات اور حالات سے ناواقفیت، ایک دوسرے کے عقائد کو جاننے کے سلسلہ میں شائعات، تہمتوں یا شاذ و نادر اقوال وروایات پر اعتماد کرنا۔

(۴) پیغمبر اسلامؐ اور ائمہ معصومینؑ یا مختلف مذاہب سے منسوب علماء سے مروی روایتوں کے ثبوت میں اختلاف نظر اور اس اختلاف کی ایک وجہ زمانہ صدور روایت اور اس دور کے درمیان کا طویل فاصلہ ہے جو نقل روایت میں اختلاف بیان، خطا اور اشتباہ کا سبب بنا ہے۔

(۵) نص کو سمجھنے اور اس کو دوسری نص سے ملانے میں اختلاف، کیوں کہ قرآن جس کا کلام الٰہی ہونا تواتر سے ثابت ہے لیکن اس میں محکم متشابہ، ناسخ ومنسوخ اور عام و خاص وغیرہ نیز اس میں قرینۂ حالیہ بھی ہے جسے اسباب نزول کہتے ہیں اور یہ قرآن کی تفسیر وتفہیم میں بہت مؤثر ہوتے ہیں۔یہی حال ان روایتوں کا ہے جو پیغمبرؐ اسلام سے مروی ہیں اس میں □ شک نہیں کہ ان اسباب کے حل کے مختلف طریقے ہیں کہ ان کا جاننا اور ان کے حل کے لئے مناسب اسلوب کا وضع کرنا ضروری ہے۔

پہلے اور دوسرے کے حل کا اہم ذریعہ اعلیٰ اخلاقی تربیت، تقویٰ، خدا سے تمسک، مصالح اسلامیہ کی فکر وطمع، دشمنوں کی شناخت، تخریب کاروں سے ہوشیاری اور آستین کے سانپوں وضمیر فروشوں کی پہچان ہے۔

تیسرے سبب کا حل اسلامی فرقوں کے معتبر مصادر سے ان کے مبانی اور عقائد کی چھان بین کرنا اور اس سلسلہ میں مشہور و معروف مذاہب کے ائمہ کے اقوال پر اعتماد کرتے ہوئے باہمی تفاہم، محبت اور حسن ظن سے کام لینا ہے۔

نصوص شرعی کے اثبات کے لئے قرآن اور صحیح حدیث سے حاصل شدہ قواعد و اصول و ضوابط وضع کرنا، صاحبان علم کی روش کا اتباع، نتیجہ آور بحثیں، منطقی اور شرعی دلیلیں چوتھے اور پانچویں سبب کے حل کا سب سے بہترین ذریعہ ہیں۔

تیسرا نکتہ

مسلمانوں کے ان بنیادی مسائل سے متعلق ہے جن کا پاس و لحاظ رکھنا بے حد ضروری ہے تا کہ اس طرح ایسی زمین ہموار ہو جائے جس پر اتحاد اسلامی کی بنیاد رکھی جا سکے کیونکہ مذہب کی قربت کے لئے معنوی، سیاسی، اجتماعی، اخلاقی اور ثقافتی ہم آہنگی ضروری ہے چونکہ یہ اہم اور مقدس ہدف ایسے ہی ماحول میں پروان چڑھتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ قرآن کریم نے بھی اس طرح زمین ہموار کی ہے چنانچہ اس نے ادیان سماوی کو ایک دوسرے سے قریب کرنے کے لئے توحید، وحی، نبوت، عدل، انبیائے ماسبق کی تمجید و تکریم، ان کے قصص، اخلاق اور معنوی، اجتماعی اور ثقافتی جیسے اساسی مسائل پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔

ہم اس طرح کی زمین سازی کے لئے بعض خصوصیات اور علامات کی نشان دہی کئے دیتے ہیں:

ا۔ وہ مسائل جو مسلمانوں کے درمیان مشترک اور مسلم ہیں مثلاً قرآن کریم، نبیؐ اکرم اور اہلبیتؑ کو زندگی کا محور قرار دینا اس لئے کہ قرآن مسلم السند اور تحریف سے محفوظ ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع بھی کیا جا سکتا ہے اگر چہ مسلمانوں نے اس کے مطالب کو سمجھنے میں اختلاف کیا ہے! لیکن اس کا وجود ہی مسلمانوں کے اتحاد کا اہم ذریعہ ہے۔

اور اسی طرح پیغمبرؐ کی وہ حدیثیں جو اصحاب رسولؐ سے مروی ہیں ان میں بہت سی ایسی روایتیں ہیں جو مشترک ہیں اور ان کی صحت و تواتر سب کے نزدیک ثابت ہے۔ اور جن حدیثوں کی صحت یا مفہوم میں اختلاف ہے اسے متبادل آراء کے احترام کے ساتھ علمی بحثوں کے ذریعہ حل کیا جا سکتا ہے۔

بعینہ یہی بات اہلبیتؑ کی ہے کیوں کہ ان کا احترام بھی سارے مسلمان تسلیم کرتے ہیں اور ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں جبکہ قرآن اور متواتر حدیثوں سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اہل بیتؑ کی محبت اور ان کی طرف رجوع کرنا واجب ہے (آیت تطہیر، آیت مودت، حدیث ثقلین وغیرہ) اگر اختلاف ہے تو محبت اور مرجعیت کے حدود میں یا پھر ان کی شان میں جو آیات و روایات اور مواقف ثابت ہیں ان میں اختلاف ہے۔

لہٰذا اثبات قرآن میں شک کرنا یا احادیث نبوی کو ضعیف قرار دینا یا اہلبیتؑ پر طعن و تشنیع کرنا جیسا کہ بعض علماء نے کیا ہے مزید اختلاف و انتشار اور تفرقہ میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

اس نہج و روش سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ کیوں اہلبیتؑ نے ان اصول مشترکہ پر عمل کرنے کی اتنی تاکید کی ہے اور مکتب حدیث کے مقابلہ میں مکتب رائے کو رد کیا ہے اس لئے کہ مکتب رائے سنت کی اہمیت کو کم کرنے کا باعث ہے اور مکتب رائے والوں کی دلیل یہ ہے کہ حدیث بہت کم اور محدود ہے۔

۲۔ کسی چیز کے ثابت کرنے میں علم اصول وقواعد کے مشترک مسائل پر زور دینا جیسے راویوں کی وثاقت، محکم و متشابہ، ناسخ ومنسوخ، عام وخاص، استقراء اور یہ کہ قرآن و سنت کہ ان میں سے بعض بعض کی تفسیر کرتے ہیں اور ان کے علاوہ ان میں ان علمی قواعد وروش کے تحت بحث ہو کہ جن کا ذکر کتابوں میں موجود ہے۔

۳۔ ایک دوسرے کے علمی اور مذہبی آراء کا احترام کرنا اور جنگ وجدال، تحقیر وتذلیل اور افتراق سے ہٹ کر علمی اور نتیجہ آور بحثیں کرنا اور ان علاقات کا خیال رکھنا جوائمہؑ مذاہب کے درمیان تھے۔

۴۔ آپس میں کسی کے مذہبی مقدسات اور دینی شعائر کی دشمنی سے دل کو پاک رکھنا اور کسی بھی مذہب کے ائمہ یا ان کے پیرو علماء پر سب وشتم، لعن وطعن اور ان کو کافر وفاسق گردانے کی روش سے اپنے کو محفوظ رکھنا تمام تسلیم شدہ مذاہب کے وجود کا اعتراف کرنا خواہ وہ مذہب رسمی ہو یا ثقافتی، اتحاد اسلامی کے اخلاقی اور ثقافتی پروگرام کی نشر و اشاعت کرنا اور زندگی ساز مسائل میں مسلمانوں کا ایک دوسرے کی مدد کر کے وحدت اسلامی کے مفہوم کو عملی طور پر پیش کرنا کیونکہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی آواز کو سنے کہ وہ مسلمانوں کو مدد کے لئے پکار رہا ہے اور وہ شخص اس کی آواز پر لبیک نہ کہے تو گویا وہ مسلمان نہیں ہے۔

چوتھا نکتہ

اسلامی فرقوں کے درمیان قربت وہم آہنگی کے سلسلہ میں بعض مفید اسباب کی طرف اشارہ کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دلی خواہش اور پاکیزہ ہدف (مذہبی ہم آہنگی) عملی صورت اختیار کر لے کیونکہ اس کا عملی ہونا بعض اسباب اور اسلوب کا محتاج ہے جس کو بطور نمونہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

قرآن کریم اہل بیتؑ اطہار کی نظر میں

شیعوں پر ایک بڑا الزام یہ ہے کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں جبکہ بزرگ علمائے شیعہ اس کو ہر طرح کی تحریف سے محفوظ جانتے ہیں، بلاشبہ قرآن کے سلسلے میں اہلبیتؑ کے نظریہ کی توضیح اور ان کا عملی موقف اس حقیقت کو واضح کر دے گا اور مندرجہ ذیل باتوں سے یہ الزام بھی دفع ہو جائے گا۔

(۱) قرآن کریم کو سب سے پہلے حضرت علیؑ نے جمع کیا۔

(۲) قرآن کی طرف تاکید جو قرآن کی تلاوت، اس میں غور وفکر اور اس کو حفظ کرنے والوں کے مراتب و درجات اور فضائل کو بیان فرمایا۔

(۳) قرآن کا تحریف سے محفوظ ہونا۔

(۴) احکام شرعی، اسلامی عقائد اور تاریخی واقعات وغیرہ پر استدلال کے سلسلہ میں نص قرآن اور اس کے ظہور کو حجت بتانا حتی اپنی باتوں کے صحیح ہونے کا معیار قرآن کو قرار دینا

فَمَا وَافَقَ الْقُرْآنَ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَهُ فَاضْرِبُوْا بِهِ عَرْضَ الْحَائِطِ یعنی (ہماری جو حدیث) قرآن کے موافق ہوا سے لے لو اور جو قرآن کے مخالف ہو اسے دیوار پر دے مارو۔

(۵) آپ کا قرآن کی تفسیر کے لئے اہتمام کرنا خاص طور سے جو اس کے زندہ مصداق ہیں اور اس کو ہر عصر کے مسلمانوں کی زندگی پر منطبق کرنا۔

صحابہ کے متعلق نظریہ اور موقف کی توضیح

سارے مسلمانوں کی نظر میں صحابہ محترم ہیں، لیکن چند شبہات ان کے یا انکے بعض موقف کے متعلق ابھرتے ہیں لہٰذا ان کے متعلق نظریات کی توضیح ضروری ہے۔

(۱) صحابہ زمانۂ رسولؐ میں اسلام کے دفاع اور اس کی بنیادوں کے مستحکم کرنے میں صحابہ کا کردار اور راہ اسلام میں ان کی عظیم قربانیاں۔

(۲) مومن اور مخلص صحابہ کہ جن کی تعداد زیادہ ہے ان کے درمیان اور ان صحابہ کہ جن کو قرآن نے منافق کہا ہے ''اور جنہوں نے دور رسولؐ اور اسکے بعد (ظاہراً) اسلام قبول کیا'' کے درمیان فرق قائم کرنا۔

(۳) حضرت علیؑ کا صحابہ کے ساتھ احترام اور تعاون کا رویہ جو ان کے ساتھ فکری اور سیاسی نظریہ میں اختلاف کے باوجود خصوصاً پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے بعد پایا جاتا تھا۔

(۴) صحابہ کے موقف کے بارے میں فرق قائم کرنا ان کی عصمت سے متعلق اقوال، روایات، اعمال اور فتوؤں کی حجیت کے درمیان تمیز کرنا۔

صدر اسلام میں اور مذہبی تاسیس کے ابتدائی دور میں ان اسلامی فرقوں کے درمیان مشترک رابطوں کی توضیح ایسی تحقیقی کتابوں کی تالیف کے ذریعہ جو مندرجہ ذیل عنوانات پر مشتمل ہوں:۔

۱۔ رجال شیعہ میں وہ افراد جن سے اہل سنت نے روایت کی ہے چنانچہ سید شرف الدین نے بطور نمونہ سو شیعہ راویوں کا ذکر کیا ہے جن سے اہل سنت نے روایت کی ہے۔

۲۔ اہلسنت کے وہ علمائے رجال کہ جن سے شیعہ علمائے علم رجال نے روایت کی ہے۔

۳۔ شیعہ کتابوں میں اہلبیتؑ کے توسط سے مروی پیغمبرؐ اسلام کی روایتوں کے ساتھ اہلسنت کی کتابوں میں آنحضرتؐ سے مروی روایتوں کا موازنہ کرنا۔

۴۔ جو روایتیں شیعہ فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں ان کو سنی کتابوں میں تلاش کرنا اور پھر ان کا موازنہ کرنا۔

ان بحثوں پر تحقیق کے بعد اسلامی فرقوں کے درمیان محکم رشتہ استوار ہوسکتا ہے، مذاہب اسلامی کے درمیان رائج فقہی مباحث خصوصاً عبادات، معاملات اور شخصی مسائل شرعیہ کا تطبیقی مطالعہ اور اس سلسلہ میں کتابوں اور رسالوں کی طباعت۔ یہ کام مذہب شیعہ و اہلسنت اور دیگر اسلامی فرقوں کے درمیان فاصلہ کم کرنے میں مؤثر ثابت ہوگا۔

(۵) فقہی اور عقائدی بحثوں کو سیاسی اور فکری زاویوں سے یا فقہی موقف کو عقائدی موقف سے جدا رکھنا۔ ان سب چیزوں کا الگ الگ رکھنا مذہبی ہم آہنگی اور اسلامی اتحاد میں مؤثر ثابت ہوگا۔

جب تمام احکام وفرامین اس غرض سے کہ اختلافی اور غیر اسلامی سمت میں نہ مڑ جائیں، فقیہ عادل کی نہر کو عبور کر کے آتے ہیں تو اس صورت میں اہل کاروں کو تمام اختیارات فقیہ کی جانب سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔لہٰذا اختیارات کے کئی مراکز قائم نہیں ہوتے بلکہ قوت واختیار کا مرکز صرف ایک ہی رہتا ہے اور وہ بھی آسمانی اور خدائی قانون اور حکم جو عادل فقیہ کے ذریعے سے نافذ العمل ہوتا ہے۔ ہم ولایت فقیہ کے مخالفوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ قوم کو فقیہ عادل کے ہاتھوں سے نکال کر کس کے ہاتھوں میں دینا چاہتے ہیں؟

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمان کو اپنے کاموں میں کسی کی تقلید نہیں کرنا چاہیے اور کیا تقلید کے مواقع صرف عبادتوں ہی میں آتے ہیں؟ کیا سیاسی اور سماجی مسائل جیسے ہڑتال، پناہ گزینی، سفر، لڑائی، سمجھوتے، معاہدے، برطرفی اور تقرری وغیرہ میں حرام اور حلال کا امکان نہیں ہوتا؟ کیا ہر ایسے باب میں جہاں حلال اور حرام کا امکان ہوتا ہے ہمیں تقلید نہیں کرنا چاہیے؟

کیا مسلمان قوم کی رہبری اسلام ناشناس حاکم کے سپرد کر دینا ایسا ہی نہیں ہے جیسے کسی میڈکل کالج کو کسی ایسے شخص کے سپرد کر دینا کہ جو ڈاکٹر نہ ہو۔کیا امت کو کسی غیر عادل کے سپرد کر دینا مقام انسانیت کے ساتھ بے انصافی نہیں ہے؟

کیا وہ وقت نہیں آ گیا ہے کہ ہم جھوٹی رہبریوں، سیاست بازیوں اور پیشہ ور موقع پرستوں سے بچیں، اپنے آپ کو اسلام کے دامن میں ڈال دیں اور صرف ایسی رہنمائیاں قبول کریں جو وحی کے پیمانوں پر پوری اتریں؟

بقیہ صفحہ ۲۰ رکا۔۔۔

اس میں شک نہیں کہ اسلامی حکومتوں اور ملکوں کے سیاسی مواقف میں قربت خود دین اسلام کی پیروی کی وجہ سے ہے اور یہ اسلامی فرقوں کو عملاً ایک دوسرے کے نزدیک لانے میں بہت زیادہ مؤثر ہے کیوں کہ اسلامی حکومتوں اور ملکوں میں سیاسی اختلاف کا پایا جانا مذہبی، فقہی، فکری اور ثقافتی اختلاف کا موجب ہوگا۔

۶۔مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے والی تنظیمیں، انجمنیں اور مراکز قائم کرنے کی تشویق اور اساسی مسائل میں وحدت و ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنا جو اسلامی فرقوں کو قریب لانے کا باعث ہو۔

۷۔تعصب، فکری وسیاسی تنگ نظری قومی ونسلی اختلاف سے ہٹ کر اور معتدل موقف اختیار کر کے حکمت اور موعظۂ حسنہ کے راستہ کو اپنانا۔

۸۔ایک دوسرے کی ملاقات اور مذہبی رسومات میں شرکت کے ذریعہ مسلمانوں کو آپس میں مل جل کر رہنے کی دعوت دینا، ائمۂ اطہارؑ نے اپنی حدیثوں میں خواہ وہ اجتماعی مسئلہ ہو یا عبادی اپنے شیعوں کو بالخصوص اس طرح کی زندگی گزارنے کی دعوت دی ہے۔

اگر مسلمان اس مقدس ہدف کی طرف متوجہ ہوئے تو ایسے راستے نظر آئیں گے جو انہیں اس مقدس ہدف سے قریب کر دیں گے جس کے نتیجہ میں رحمت الٰہی ان کے شامل حال ہوگی۔

